سید محمد معاویہ بخاری

توہین اسلام، توہین قرآن اور توہین رسالت کے واقعات کا تسلسل

بیسویں صدی کو ذرائع ابلاغ (میڈیا) کی صدی کہا جاتا ہے۔ اس صدی میں ہونے والی ہوشربا میڈیائی ترقی کے ذریعہ ہی عالمی استعمار نے اپنی عریاں تہذیب وتمدن کی ترویج کا سلسلہ آغاز کیا تھا اور اپنے پامال فکری ونظری حوالوں کو گھر گھر پہنچانے اور اپنا غلبہ قائم رکھنے کے لیے ذرائع ابلاغ کو بڑی کامیابی کے ساتھ استعمال کیا تھا۔ اس میڈیائی قوت کی بدولت ہی دین اسلام کے استہزا پر مبنی قدیم کافرانہ روایت کو بھی ایک نئی زندگی اور ایک نیا رخ مل گیا۔ اسلامی شعائر کے استہزاء اور توہین وتضحیک کے سلسلہ میں سب سے خوفناک پیش رفت اور سب سے اذیت ناک پہلو توہین قرآن اور نبیٔ رحمت سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کی اہانت کے ضمن میں پے در پے رونما ہونے والے واقعات تھے۔

عالمی استعمار نے ذرائع ابلاغ کی وسعت، طاقت اور اس کی اثر انگیزی کی تمام جہتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے دل آزار تحریروں، تصویروں، فلموں، گانوں، بھجن اور قوالی نما توصیفوں، آوازوں اور سازوں کو ایک مشن کے تحت دنیا کے طول وعرض میں پھیلا دیا تھا۔ 80 اور 90 کی دہائیوں میں ملعون ''سلمان رشدی'' اور بنگلہ دیش کی تسلیمہ نسرین کے تحریر کردہ غلیظ ناول بھی اسی سلسلۂ خباثت کی کڑیاں تھے۔ جن میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے لے کر دیگر کئی برگزیدہ انبیاء سمیت اور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کے بارے میں ناقابل ذکر الفاظ وکلمات استعمال کیے گئے تھے۔ اس واقعہ پر مغرب نے اہل اسلام کی دل آزاری کا نوٹس نہیں لیا تھا بلکہ دونوں ملعون اس کی نظر میں آزادی اظہار رائے کی علامت قرار پائے اور مغربی آئیڈیالوجی کے مطابق مذہبی روایات کے منفرد ناقدین میں ان کا شمار کیا گیا۔

''سلمان رشدی'' کی ''شیطانی آیات'' اور ''تسلیمہ نسرین'' کے دو ناولوں کو ادب وانشا اور تاریخ ومذہب کا بیش قیمت سرمایہ قرار دے کر دنیا کی متعدد زبانوں میں ان کا ترجمہ کرایا گیا اور پھر چند مخصوص کاروباری حربوں کے ذریعہ عالمی مارکیٹ میں ان کی مانگ اس طرح بڑھائی گئی کہ یہ توہین آمیز اور دل آزار کتابیں ایک ریکارڈ تعداد میں فروخت ہوئیں۔ شرق وغرب اور شمال وجنوب کے طول وعرض میں انہیں پڑھا اور پڑھایا گیا۔ اس توہین آمیز اور شرمناک تحریری مواد کی بہ اہتمام اشاعت پر عالم اسلام کا مشتعل ہونا ایک فطری اور منطقی نتیجہ تھا، چنانچہ دیوانوں اور فرزانوں کے قافلے تحفظ ناموس رسالت کے لیے دنیا بھر میں سراپا احتجاج بن گئے تھے۔ دوسری طرف انسانی حقوق کے علمبردار مغرب کے مکروہ چہرے سے نقاب اس وقت اتر گیا جب دونوں گستاخ ملعونوں کو مغربی حکومتوں نے جان ومال کا تحفظ فراہم کرنے اور بپھرے ہوئے غیرت مند مسلمانوں کے قہر سے بچانے کے لیے سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین کو باقاعدہ سرکاری پروٹوکول فراہم کر دیا اور ان

کے گرد حفاظتی حصار قائم کر کے اہل اسلام کو یہ پیغام بھی دے دیا گیا کہ اسلام اور اہل اسلام کے بارے میں ان کا وہی نقطۂ نظر ہے جو سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین نے اپنی تحریروں میں پیش کیا ہے بلکہ ان دونوں نے دراصل ہمارے جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ ہم بلا جھجک کہہ سکتے ہیں کہ مغرب نے تہذیبی تصادم کی بنیاد تب ہی رکھ دی تھی کیونکہ یہ سلسلہ بعد کے سالوں میں بھی رک نہیں سکا تھا اور ایسی جسارتیں دہرانے کی ذمہ داری پھر خود مغربی میڈیا نے اٹھالی۔ اخبارات و جرائد، ریڈیو، ٹیلی ویژن، ڈش انٹینا اور بعدازاں انٹرنیٹ جیسے میڈیم کے ذریعہ ایک ایسا طوفان بدتمیزی شروع ہو گیا جو آج تک پوری شدومد سے جاری ہے۔

جنوری 2000ء میں کراچی سے شائع ہونے والے ہفت روزہ جریدہ ''وجود'' نے اپنی اشاعت میں انٹرنیٹ پر جاری ہونے والے ایک ایسے توہین آمیز خاکے کی طرف توجہ دلائی تھی جس میں جینز پہنے ہوئے ایک لڑکی کو رقص کرتے ہوئے اس طرح دکھایا گیا تھا کہ مسلمان با جماعت سجدے میں پڑے ہیں گویا وہ اس لڑکی کو سجدہ کر رہے ہیں۔ یہ تصویری خاکہ کچھ اس ترتیب اور مہارت سے بنایا گیا تھا کہ اصلیت کا گمان ہوتا تھا۔

اسی طرح ستمبر 2000ء میں انٹرنیٹ پر قرآن مجید کی دو جعلی سورتیں (The Challenge کے عنوان سے منظر عام پر آئی تھیں ان سورتوں کے بارے میں کہا گیا تھا کہ یہ وہ مظلوم سورتیں ہیں جنہیں تکمیل قرآن کے بعد صحیفۂ مقدس سے جبراً نکال دیا گیا تھا۔ چند لوگوں نے ان فرضی سورتوں کی انٹرنیٹ پر تشہیر کے حوالہ سے آواز بلند کی تھی۔ اور حکومت سے مطالبہ کیا تھا کہ ایسے اقدامات کرے کہ انٹرنیٹ پر توہین قرآن کا سلسلہ روکا جا سکے۔ اس ضمن میں بعض جرائد نے احتجاجی مضامین بھی شائع کئے تھے مگر نتیجہ یہ ہوا کہ الٹا احتجاج کرنے والوں کو ہی موردالزام ٹھہرا کر گرفت کی گئی۔ اور ان پر مقدمات قائم کر دیئے گئے۔

اکتوبر 2001ء میں جب امریکہ افغانستان پر قبضہ جمانے کے لئے نئی حربی پالیسی War on Terror (وار اون ٹیرر) کے تحت حملہ آور ہوا تھا انہی دنوں انٹرنیٹ پر ایک ویب سائٹ بعنوان The Real Face of Islam (اسلام کا اصل چہرہ) کا چرچا ہوا تھا جس میں ہتک آمیز مختلف مضامین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے موسوم چھ عدد تصاویر بھی جاری کی گئی تھیں۔ مضامین میں دین اسلام، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کو اس حوالہ سے پیش کیا گیا تھا کہ دین اسلام کے مذکورہ مقدسات جو مسلمانوں کے اساسی عقائد کا حصہ ہیں یہودیوں اور عیسائیوں کے خلاف دہشت گرد کارروائیاں کرنے کی نہ صرف ترغیب دیتے ہیں بلکہ اہل اسلام کے نزدیک یہود و نصاریٰ کو جانی و مالی نقصان پہنچانا ہی معاذ اللہ دین اسلام، قرآن اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی بنیاد ہے۔ مضامین کے ساتھ انتہائی توہین آمیز تصاویر کو جوڑ کر یہ تحریر کیا گیا تھا کہ مسلمان ایک ایسی شخصیت کو اپنا مقتدا اور ہادی و رہبر سمجھتے ہیں جو غیر مسلموں کا خون بہانا پسند کرتے تھے (معاذ اللہ) غلیظ تحریر کی سند ثابت کرنے کے لیے ایک بھونڈی دلیل یہ بھی دی گئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کا مقابلہ کرتے ہوئے 28 غزوات میں بنفس نفیس شرکت فرمائی تھی اور ان غزوات کا مقصد ذاتی اقتدار کا قیام تھا جسے الہامی دین کے مطالبہ سے موسوم کر دیا گیا اور ان غزوات میں جو کفار مسلمانوں کے ہاتھوں جہنم رسید ہوئے تھے وہ ایسے مظلوم لوگ تھے جنہیں اسلامی اقتدار قائم کرنے کے لئے قتل کیا گیا تھا۔ (معاذ اللہ)

مجھے ذاتی طور پر معلوم ہے کہ 9 الیون کے بعد انٹرنیٹ پر مشتہر کی گئی توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر مبنی تصویریں آج بھی کئی لوگوں کے پاس محفوظ ہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس وقت ان توہین آمیز تصاویر اور مضامین کی اشاعت پر کہیں سے کوئی صدائے احتجاج بلند نہیں ہوئی تھی۔ حالانکہ مذکورہ تصاویر ڈنمارک کے اخبار ''جیلنڈز پوسٹن'' (Jyllands Posten) میں شائع ہونے والے توہین آمیز خاکوں سے کس طرح کم اذیت ناک نہیں تھیں۔ ہوسکتا ہے تب ہمارے معتوب دینی مدارس اور تنظیمات کے پاس انٹرنیٹ کی سہولت موجود نہ ہو مگر یہ تسلیم نہیں کیا جاسکتا کہ پاکستان سمیت پورے عالم اسلام کی حکومتیں، سرکاری و پرائیویٹ میڈیا چینلز بھی اس سہولت سے محروم تھے؟ بلکہ ہوا یہ تھا کہ ''وار اون ٹیرر'' کی دہشت ناک صیہونی مہم نے پورے عالم اسلام کو خوف و ہراس میں مبتلا کر دیا تھا اور تمام اسلامی ممالک کی حکومتیں (اپنی خیر مناؤ اور چمڑی بچاؤ) کے کلیہ پر کاربند ہوگئی تھیں۔ اگر اس وقت کوئی جوابی احتجاجی تحریک اسلامی ممالک کی سرپرستی میں آغاز ہو جاتی جس کی بنیاد انٹرنیٹ پر جاری ہونے والی توہین آمیز تصاویر اور مضامین کو بنایا جاتا تو شائد امریکہ اور مغرب کے مکروہ عزائم کے سامنے کوئی بند باندھا سکتا تھا مگر افسوس امت مسلمہ جتنے خانوں میں بٹ چکی ہے یا بانٹی جاچکی ہے اس کے باعث اجتماعی طور پر ایسا کچھ کرنا نہ پہلے ممکن تھا اور بدقسمتی کی حد یہ ہے کہ آج بھی ممکن ہوتا نظر نہیں آرہا۔ دیوانوں، فرزانوں کا احتجاج خواہ کہیں بھی ہو رہا ہے مگر انفرادی ہے۔ اور مسلم حکومتیں آج بھی استعماری ٹولہ کی آلۂ کار بنی ہوئی ہیں۔

امریکہ اور مغربی ممالک ایک طرف تو مذہبی رواداری، تحمل اور برداشت کا پراپیگنڈہ اور پرچار کرتے ہیں لیکن دوسری طرف مسلمانوں کے خلاف ان کی محاذ آرائی اور مذہبی و نسلی تعصب کے واقعات اب روزمرہ کا معمول بن چکے ہیں۔ یورپی لبرل ازم کا بھیانک روپ اس وقت زیادہ کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ جب اسلامی شعائر اور مقدس شخصیات کی توہین کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا جاتا۔ اور اس میں شدت یہاں تک آگئی ہے کہ یورپی ممالک کی حکومتیں مسلمانوں کے خلاف نہ صرف امتیازی قوانین منظور کرنے اور انہیں جبراً نافذ کرنے پر تلی بیٹھی ہیں بلکہ تضحیک آمیز رویوں کو بھی آزادئ اظہار رائے کے جوازات کے تحت تحفظ فراہم کیا جارہا ہے۔

نومبر 2004ء میں نیدرلینڈ (ہالینڈ) کے اہم ترین شہر ''ہیگ'' میں جہاں عالمی عدالت انصاف اور عالمی فوجداری عدالتیں موجود ہیں اور جس کی وجہ شہرت بھی امن کے حوالے سے ہے۔ وہاں مسلمانوں کے خلاف مسلم کش کارروائی کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔ اکتوبر 2004ء کے دوران وہاں یہودی فلم ساز ''وان گوغ'' نے اپنی بنائی ہوئی فلم ''اطاعت'' (Submision) میں مسلم خواتین کے لئے تعلیم شدہ اسلامی قوانین کی توہین کی تھی، اس فلم میں قرآنی احکامات کو اس حوالہ سے توہین و تضحیک کا نشانہ بنایا گیا تھا کہ اگر کوئی شادی شدہ مسلم خاتون زنا کا ارتکاب کرلے تو اسلام اس کے لئے سنگساری کی سزا تجویز کرتا ہے۔ یہودی فلم ساز ''وان گوغ'' نے اپنی فلم میں زانی اور زانیہ کی سزا سے متعلقہ قرآنی آیات کی بے حرمتی اس طرح کی کہ ایک برہنہ فاحشہ عورت کی پشت پر مذکورہ قرآنی آیات تحریر کیں اور اس کی پشت کوڑوں سے زخمی دکھائی گئی۔ اس طرح فلم کے ذریعہ یہ پیغام دیا گیا کہ زنا سے متعلق قرآن مجید کی آیات ظالمانہ احکام پر مبنی ہیں اور دین اسلام

معاذ اللہ ایسی ہی ظالمانہ اقدار کا حامل ایک ضابطۂ حیات ہے جس سے کم از کم مغربی ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کو تو اپنی جان چھڑا ہی لینی چاہئے۔ اس فلم کی تشہیر ہوتے ہی مسلمانوں میں زبردست اشتعال پھیل گیا اور ایک غیرت مند مراکشی نوجوان ''محمد بوہیری'' نے گستاخ قرآن ملعون ''وان گوغ'' کو اس کے انجام تک پہنچا دیا۔

یاد رہے کہ اس فلم کا سکرپٹ نائیجریا کی ایک نام نہاد مسلمان سیاہ فام خاتون ''عایان ہرشی علی'' جواب مرتد ہو چکی ہے نے تحریر کیا تھا۔ ''ہرشی علی'' کچھ عرصہ قبل مادر پدر آزاد سوسائٹی میں رہنے کا جنون لے کر ہالینڈ آئی تھی اس کے بعد وہ ایسی سرگرمیوں میں ملوث ہوگئی جو نہ صرف اسلام دشمن بلکہ یورپ میں مقیم مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے والی تھیں۔ ہالینڈ کے مسلمانوں نے ''عایان ہرشی علی'' کی ان سرگرمیوں پر احتجاج کیا تو اس نے واویلا کرنا شروع کر دیا کہ ڈچ حکومت اس کی حفاظت کے انتظامات کرے کیونکہ اسے انتہا پسند مسلمانوں سے شدید خطرہ لاحق ہے۔ چنانچہ ڈچ حکومت نے توہین قرآن پر مبنی غلیظ فلم سکرپٹ لکھنے والی ہرشی علی کو سرکاری حفاظت میں لے لیا یعنی۔

سنگ وخشت مقید اور سگ آزاد

2005ء میں توہین قرآن کے متعدد واقعات سامنے آئے تھے۔ کراچی سے شائع ہونے والے مؤقر جریدہ ہفت روزہ ''تکبیر'' نے اپنی اشاعت 27 جنوری تا 2 فروری 2005ء میں من گھڑت آیات پر مبنی ''الفرقان الحق'' نامی کتاب کے حوالہ سے ایک اہم رپورٹ شائع کی تھی رپورٹ کے مطابق ایک امریکی کمپنی ''پروجیکٹ اومیگا 2001'' (Project Omega 2001) نے 364 سے زائد صفحات پر مبنی ایک ایسی کتاب شائع کی ہے جسے دنیا بھر میں معاذ اللہ ''جدید قرآن'' کا نام دیا جا رہا ہے اس من گھڑت کتاب میں قرآن کے ناموں سے مشابہ 88 آیات چھاپی گئی ہیں۔ اسلام دشمن نظریات، شعائر اسلام کی توہین، تعلیمات الٰہیہ اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف اور مسخ شدہ آیات اور احادیث کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ اور نئی صدی میں مسلمانوں کو درپیش عالمی سطح کے تہذیبی وتمدنی چیلنجوں کیلئے معاون قرار دیا گیا۔ اس کتاب کا عربی نام الفرقان الحق رکھا گیا جبکہ اس کی قیمت 19.99 امریکی ڈالر درج کی گئی ہے۔ پروجیکٹ اومیگا 2001ء نامی اشاعتی ادارے کے حوالہ سے ملنے والی مصدقہ اطلاعات کے مطابق یہ ادارہ بنیادی طور پر اسلام اور مسلم دشمن سرمایہ داروں کے توسط سے قائم ہوا ہے اور مختلف سطح پر اس ادارے نے اسلام دشمن سرگرمیوں کو عام کر رکھا ہے۔

مارچ 2005ء میں امریکہ میں ہی شعائر اسلامی کی توہین پر مبنی ایک اور شرمناک واقعہ رونما ہوا تھا اس کی ذمہ دار جہاں اسلام دشمن یہودی لابی تھی وہیں ان کے پروردہ عناصر جو دین اسلام کو اپنی خواہشوں کے تابع کر کے خود کو لبرل مسلمان ثابت کرنا اور اور شہرت کمانا چاہتے ہیں وہ بھی اس کے برابر ذمہ دار ہیں۔ امریکہ کی ''ورجینیا کامن ویلتھ یونیورسٹی'' میں اسلامک سٹڈیز کی پروفیسر ''امینہ ودود'' انہی میں سے ایک ہے جس نے نیویارک میں ڈیڑھ سو کے قریب مرد و عورتوں کے مخلوط اجتماع میں نماز جمعہ کی امامت کر کے نئے فتنہ کو ہوا دی۔ ذرائع کے مطابق عورت کی امامت کے لیے چلائی جانے والی تحریک کی اصل روح رواں ''مارگن ٹاؤن'' (Morgin Town) ویسٹ ورجینیا کی ایک آبرو باختہ نام نہاد مسلمان عورت اسرا

نعمانی تھی۔ ذرائع کے مطابق اسرا نعمانی ایک بگڑی ہوئی آزاد خیال عورت ہے اور ناجائز تعلقات کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچے کی ماں بھی ہے۔

بغیر شادی کے ماں بننے پر اسے کوئی شرمندگی نہیں بلکہ اسے اپنے مذموم فعل پر فخر ہے جس کا اظہار وہ اپنی تقریروں میں اکثر کرتی رہتی ہے۔ اسراء نعمانی کا کہنا ہے کہ امریکہ اور مغرب میں رہنے والے مسلمانوں کو نہ صرف مغربی کلچر مکمل طور پر اپنا لینا چاہیے بلکہ انہیں اپنے اسلام میں بھی ایسی ترامیم کر لینی چاہئیں جو مغرب کو قابل قبول ہوں۔

(بحوالہ ہفت روزہ تکبیر کراچی 31مارچ تا6اپریل2005ء)

امریکہ اور مغرب دنیا بھر میں بالعموم اور مسلم ممالک میں بالخصوص یہی توہین آمیز پراپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ انتہا پسند مذہبی عناصر (علماء) نے مسلم معاشروں کو یرغمال بنا رکھا ہے لہٰذا ان عناصر سے آزادی کے لیے ضروری ہے کہ مذہب کے حوالہ سے ایسے افراد کو سامنے لایا جائے جن کے نزدیک توہین قرآن، توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور دینی شعائر کی تضحیک کے واقعات اہمیت کے حامل نہ ہوں بلکہ وہ اسے آزادیٔ اظہار رائے کا ایک فطری حق سمجھ کر خاموش رہیں۔ اور اگر توہین آمیز واقعات کے رونما ہونے کے بعد امت مسلمہ میں اشتعال پیدا ہو تو اسے انتہا پسندی کے عنوان سے جوڑ دیا جائے۔ ہمارے مذہبی جذبات اپنی جگہ لیکن امریکہ اور مغرب کا اپنا فلسفہ ہے ان کے نزدیک مذہب ایک لایعنی چیز ہے۔ اگر کسی مذہب کے خلاف یا مذہب سے وابستہ مقدس شخصیات کے بارہ میں کہیں کوئی بات کہہ دی جاتی ہے تو اس کا برا نہیں منانا چاہیے کیونکہ ایک شخص کے نزدیک اگر کوئی چیز پسندیدہ ہے تو دوسرے کے لیے وہی چیز انتہائی ناپسندیدہ ہو سکتی ہے۔ لہٰذا جس کو جو پسند ہے اسے اس کے اظہار کا حق حاصل ہے اور اسی کلیہ کے مطابق جسے وہ چیز پسند نہیں وہ اس کی خامیاں بھی بیان کر سکتا ہے اور اپنی ناپسندیدگی کے اظہار کے لیے وہ آزاد بھی ہے۔ امریکہ اور مغرب کی اسی روش نے ہی مذہب بیزار معاشروں کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ اب امریکہ اور مغرب میں نہ تو چرچ کی اہمیت رہی ہے اور نہ ہی کسی دوسرے مذہب سے متعلق عبادت گاہوں کی۔ آئے روز چرچ فروخت ہو جاتے ہیں، ان میں شراب خانے اور نائٹ کلب بن رہے ہیں، یہ صورت حال بنیاد پرست عیسائیوں کے لیے یقیناً تکلیف دہ ہے۔ دوسری طرف ان کی نظر مسلمانوں کی عبادت گاہوں ان کے مذہبی تہواروں، مقدس شخصیات اور کلام الٰہی کی حرمت عزت کی طرف بھی جاتی ہے۔ اور مغربی معاشروں کے لوگ دیکھتے ہیں کہ مسلمان باوجود فسق و فجور میں مبتلا ہونے کے اپنے اساسی عقائد، اپنی برگزیدہ شخصیات اور مقدس کتاب قرآن مجید سے انتہائی والہانہ عقیدت ومحبت اور ان کے عزت وحرمت کی حفاظت کے لیے کٹ مرنے کا جذبہ وجنون اپنے اندر سے ختم نہیں کر سکے۔

مسلمانوں کا یہی والہانہ پن امریکی ومغربی معاشرے کے افراد کے لیے ناقابل یقین اور باعث حسرت وحسد ہے۔ چنانچہ وہ مذہب کی پامالی اور اپنی مذہبی کتابوں اور عبادت گاہوں کی بربادی جو خود ان کے اپنے حکمرانوں کی غیر دانشمندانہ اور ظالمانہ پالیسیوں کے باعث ظہور پذیر ہو رہی ہے مگر مسلمانوں کے لیے ان کی جھلاہٹ اور نفرت کا روپ اختیار کر رہی ہے۔ یہی سبب ہے کہ وہ مختلف حیلوں حربوں سے اور مختلف ذرائع سے مسلمانوں کی دل آزاری کا سامان کرتے

رہتے ہیں۔گزشتہ سطور میں ہم نے امریکہ ورمغرب میں رونما ہونے والے جن توہین آمیز واقعات کا ذکر کیا ہے۔وہ اسی نفرت وتعصب کا اظہار ہیں۔مئی 2005ء میں امریکی جریدہ''نیوز ویک'' نے اپنی اشاعت 2 تا 9 مئی 2005ء میں انکشاف کیا تھا کہ امریکی فوجیوں نے افغانستان اور گوانتاناموبے کے ایکسرے کیمپ میں دہشت گردی کے جرم میں قید مسلمانوں پر نہ صرف ظلم وستم کی حد کردی ہے بلکہ رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ امریکی فوجی توہین قرآن کے مرتکب بھی ہوئے ہیں۔توہین قرآن کے ان واقعات کی تعداد 50 سے تجاوز ہے۔قرآن مجید کو معاذ اللہ قیدیوں کے کمروں میں اس طرح پھینکا جاتا ہے جیسے گھروں میں اخبار پھینکے جاتے ہیں۔ستم بالائے ستم یہ کہ قرآن مجید کے نسخوں کو ٹائلٹ میں فلش کیا گیا، گندگی کے ڈھیروں پر پھینکا گیا۔قدموں تلے روندا گیا۔نالیوں میں بہایا گیا۔ان شرمناک واقعات کو دیکھ کر مسلمان قیدی اپنی جسمانی صعوبتوں کو بھول گئے اور سراپا احتجاج بن گئے،انہوں نے بھوک ہڑتالیں کیں اور تفتیشی افسران کے ساتھ کسی بھی قسم کا تعاون کرنے سے انکار کردیا۔ان واقعات کی رپورٹ منظر عام پر آنے کے بعد دنیا بھر میں اشتعال پیدا ہوا اور مسلمان عوام نے جی جان سے احتجاج کیا تو امریکہ نے اپنے پروردہ حکمرانوں کے ذریعہ ان کو ظلم وستم کا نشانہ بنوایا اور انہیں انتہا پسند اور دہشت گردوں کا معاون قرار دیا اور دلوایا۔یہ بات سمجھنے کی ہے کہ امریکہ اور یورپ مسلمان حکمرانوں اور مسلمان عوام دونوں کو الگ الگ انداز،حکمت عملی اور طریقۂ کار کے ذریعہ آزماتے اور چیک کرتے ہیں کیونکہ وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ مسلمان حکمران اور مسلمان عوام دو الگ الگ طبقات ہیں۔دونوں ایک دوسرے سے متصادم راستوں پر چل رہے ہیں،اوران دونوں طبقوں کی تہذیب،ثقافت،سوچ،فکر اور طرز زندگی بالکل جدا جدا ہیں۔اس وقت عالم اسلام اور مغرب کے درمیان جو علانیہ جنگ اور غیر علانیہ تصادم کی صورت حال درپیش ہے۔عالمی استعمار اور اس کے گماشتے اسی سے فائدہ اٹھا کر ایک سوچی سمجھی حکمت عملی کے تحت اہل اسلام کی غیرت وحمیت کا ٹیسٹ بار بار لے رہے ہیں۔

اسلام مخالف لابیوں کا طریقۂ کار یہ ہے کہ وہ پہلے شعائر اسلام کی بے حرمتی کے مرتکب ہوتے ہیں اور مقیاسِ غیرت پر مسلم حکمرانوں کی غیرت کو جانچتے پرکھتے ہیں اور جب وہ دیکھتے ہیں کہ مسلم حاکموں کی زبانیں گنگ اور دل ودماغ میں قبرستانوں جیسی کیفیت ہے تب وہ نئے جذبوں اور ہتھکنڈوں سے لیس ہو کر اپنی خباثتوں میں اضافہ کردیتے ہیں۔ڈنمارک کے اخبار''جیلنڈز پوسٹن''(Jyllands Posten) میں توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر مبنی 12 خاکے 30 ستمبر 2005ء کو شائع ہوئے تھے تب سے اب تک یہ خاکے''جیلنڈز پوسٹن''(Jyllands Posten) کی ویب سائٹ پر موجود ہیں عالم اسلام میں یہودی نظریات کے ترجمان اس اخبار کے خلاف پہلا ردعمل دسمبر 2005ء کی آخری ساعتوں میں رونما ہوا تھا،جنوری 2006ء میں سعودی عرب وہ پہلا مسلمان ملک تھا جس نے سخت مؤقف اختیار کرتے ہوئے نہ صرف حکومتی سطح پر باقاعدہ اپنا احتجاج ریکارڈ کرایا بلکہ ڈنمارک کی تمام مصنوعات کے بائیکاٹ کا اعلان بھی کیا۔

سوال یہ ہے کہ تیز رفتار ترقی کے اس عہد میں جب کہ ٹیلی میڈیا تمام حدیں پھلانگتا ہوا کیبل اور ڈش کے ذریعہ ہر گھر تک پہنچ چکا ہے اور انٹرنیٹ جیسی سہولت نے سکولوں،کالجوں سمیت تمام سرکاری وغیر سرکاری اداروں اور تنظیموں کے

دفاتر تک رسائی حاصل کرلی ہے۔تو پھران توہین آمیز خاکوں کی بات کم وبیش چار ماہ تک کیوں اور کیسے مخفی رہ گئی۔اوراب احتجاج شروع ہوا ہے تو رکنے کا نام کیوں نہیں لے رہا؟

اس کا آسان اور سیدھا جواب یہ ہے کہ بات جب تک عامۃ الناس تک نہیں پہنچی تھی۔تب تک تمام مسلم ممالک کی حکومتوں نے بھی یہ سوچ کر خاموشی اختیار کیے رکھی کہ بیٹھے بٹھائے اشتعال آمیز احتجاجوں میں ملوث ہونا خود ان کی اپنی حکومتوں کے لیے کسی طور مفید نہیں تھا۔کیونکہ مسلم رعایا اور حکمران دوالگ الگ راستوں اور جدا جدا سمتوں میں چل رہے ہیں،مزید یہ کہ حکمران جن کے آشیر باد سے مقتدر ہیں اور جن کی ایک فون کال پر برسوں کے طے شدہ آئینی وقانونی ضابطے پامال کرتے ہوئے اصولی مؤقف سے روگردانی کرسکتے ہیں۔جن کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے لوگوں کو دہشت گرد قرار دے کر گرفتار کرتے حتیٰ کہ مار دیتے ہیں بلکہ مار رہے ہیں وہ نہیں چاہتے تھے کہ حکومتی سطح پر کوئی احتجاج ہو یا عوام کو کسی احتجاجی ہیجان کی طرف لے جائیں۔اور اپنے سرپرستوں کے سامنے شرم سار ہوں لیکن حسن اتفاق ہے کہ عالم اسلام کے چند غیرت مند عرب نوجوانوں نے ''جیلنڈز پوسٹن'(Jyllands Posten)' کی خباثت کو بے نقاب کردیا اور اس کے بعد کسی مسلم حکومت کے لیے یہ ممکن نہیں رہا تھا کہ وہ سرکاری سطح پر اس کی بھرپور مذمت سے گریز کرتی یا اپنے عوام کو احتجاجی مظاہروں سے روک سکتی۔چنانچہ سعودی عرب،کویت،بحرین،فلسطین،ایران،شام،لبنان،پاکستان،انڈونیشیا،ملائیشیا اور بنگلہ دیش سمیت اکثر اسلامی ممالک میں شدید احتجاج ہوا۔درجنوں لوگ نام نہاد اسلامی حکومتوں کی رواداری کی بھینٹ چڑھ کر جام شہادت نوش کر گئے اور سینکڑوں زخمی ہوئے۔احتجاج ضرور ہونا چاہیئے تھا کہ یہ ہماری دینی غیرت کا امتحان اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وعقیدت اور ان کی حرمت وعزت پر جان نثار کردینے کے بنیادی عقیدے کا سوال تھا مگر درحقیقت جو ہونا چاہیے تھا۔وہ ابھی تک نہیں ہوا اور عہد حاضر کے غلام ذہن حکمرانوں سے اس کی آئندہ بھی امید نہیں کی جاسکتی۔کرنے کا کام یہ تھا اور ہے کہ تمام اسلامی ممالک متحد ہوکر امریکہ ومغرب کی توہین آمیز پالیسیوں اور رویوں کے خلاف ایک مشترکہ لائحہ عمل مرتب کرتے،55 اسلامی ممالک صرف ایک ماہ کے لئے ہی سہی مگر تمام مغربی مصنوعات کا بائیکاٹ کرتے اپنے سفارتی مشن احتجاجاً بند کردیتے اور ان تعلقات کی بحالی امریکہ،برطانیہ،ہالینڈ،فرانس،اٹلی،ڈنمارک، ناروے جیسے ممالک کی مشترکہ معافی میڈیا پر معذرت اور آئندہ کسی توہین آمیز واقعہ کے رونما نہ ہونے کی یقین دہانی سے مشروط کردی جاتی تو شاید اس اتفاق واتحاد کی بدولت امریکہ اور اہل مغرب کی آنکھیں بھی کھل جاتیں اور وہ مستقبل میں اپنے مکروہ عزائم کی تکمیل کے لیے اٹھائے جانے والے اقدامات سے پہلے ہزار بار سوچتے۔مگر افسوس ابھی تک ایسا نہیں ہوا۔ہماری مجموعی کمزوری کے اظہار نے گستاخوں کو مزید تقویت دی ہے یہی وجہ ہے کہ ''جیلنڈز پوسٹن'(Jyllands Posten)' کا ایڈیٹر اور ڈنمارک کا وزیراعظم ابھی تک اپنی ہٹ دھرمی پر قائم ہیں۔اور ''جیلنڈز پوسٹن'' کی ویب سائٹ آج بھی توہین آمیز خاکے اپنے پہلے صفحہ پر آویزاں کیے ہوئے ہے۔یہ کفر کی کامیابی نہیں بلکہ ہماری بے حسی کا نوحہ ہے جو دنیا بھر میں پڑھا،سنا اور دیکھا جارہا ہے۔